IRJRS

ISSN: **2959-2569** (P), **2959-1384**(E)

International Research Journal of Religious Studies

علم قرات کی عصری افادیت اور حروف سبعہ میں نزول قرآن کی حکمتیں: ایک تجزیاتی مطالعہ

CONTEMPORARY USES OF QIRAT AND THE WISDOM OF THE QUR'AN IN SEVEN LETTERS: AN ANALYTICAL STUDY

1. ***Arshad Mehmood***
arshad717mehmood@gmail.com

M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST) Mirpur, AJK, Pakistan.

2. ***Waqar Ahmad***
waqarahmedfaizi@gmail.com

Lecturer, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science & Technology (Must) Mirpru, AJK.

3. ***Sonam Shahbaz***
sk9695995@gmail.com

Lecturer,Dept. of Islamic studies, Punjab university Lahore.

Vol. 05, Issue, 02, July-Dec 2025, PP:1-13

OPEN ACCES at: www.irjrs.com

Article History	Received	Accepted	Published
	18-10-25	08-11-25	30-12-25

Abstract

The Holy Qur'an is the eternal source of the growth and guidance of humanity which was revealed to the last Prophet Muhammad (PBUH) and he (peace be upon him) explained the Qur'anic sciences based on his position as an interpreter and in the form of the class of Companions. He left an incomparable teacher for the reform and education of humanity. Later scholars further developed these sciences and gave each of them the status of a formal art. Just as the teaching of the meaning and demands of the Holy Quran was the official duty of the Prophet ﷺ, in the

same way, reading the Qur'anic verses himself and then informing the Ummah about their manners and practices was also one of the duties of the Prophet ﷺ. Therefore, where the meanings and demands of the Holy Qur'an are important, the words of the Qur'an are also important and great. For the preservation and protection of the words of the Qur'an, Rasakhin fi-ul-Ilam, the permanent art that the scholars of the Qur'an have compiled is called Ilm al-Qara'at and a sub-discussion of seven letters is of great importance. Like the importance of interpretation, the usefulness of knowledge of reading is unquestionable. If the recitation is not correct, there is a difference in understanding. Due to different recitations, the difference in meaning is not clear and they cannot be helped in deriving rulings, and it proves to help reject false thoughts. The wisdom of Quranic revelation was highlighted.

Key Words: *Quranic Revelation, Seven Alphabets, Ilm al-Qara'at, Qur'anic sciences, Holy Qur'an, knowledge, Humanity.*

موضوع کا تعارف:

قراءات قرآنیہ تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قراءات بحر زفار ہے اور دیگر تمام علوم شرعیہ و عربیہ اس بحر بے کراں سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ قراءات وہ شجرہ لازوال ہے جس سے تمام علوم اسلامیہ کی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیا؛

"لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته و يزكيهم و يعلمهم الكتب و الحكم وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين"[1]

بے شک یہ اللہ کا مومنوں پر بڑا احسان تھا کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیا جو ان ہی میں سے ہے وہ اللہ کی آیتیں سناتا ہے اور ہر طرح کی برائیوں سے انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی انہیں تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن پاک کے معنی و مطالب کی تعلیم آپ ﷺ کا فریضہ منصبی تھا اسی طرح آیات قرآنیہ کو خود پڑھنا اور پھر ان کے آداب اور طریقوں سے امت کو آگاہ کرنا بھی آپ ﷺ کے فرائض میں سے تھا۔ اس لئے جہاں قرآن مجید کے معانی و مطالب کی اہمیت ہے وہیں الفاظ قرآنی بھی اہمیت و عظمت کے حامل ہیں۔ الفاظ قرآنی کی حفاظت و صیانت کے لئے راسخین فی العلم، ماہرین علوم القرآن نے جو مستقل فن مرتب کیا ہے اس کا نام علم القراءات ہے۔

قراءات کا لغوی معنی:

"لفظ قراءات جمع ہے اس کا واحد قراءہ ہے اور مصدر استعمال ہوتا ہے"

ا۔پڑھنا:

قراءات کا ایک معنی ہے پڑھنا جیسے عرب کہتے ہیں قراءتُ الکتاب۔۔۔قراءتُ الرسالۃ کا معنی ہے خاموشی سے یا اونچی آواز سے کتاب یا خط کے کلمات کی ریڈنگ کرنا۔[2]

۲۔جمع کرنا/ملانا:

قراءۃ، اقتراء، قاری، قرآن کا لفظ حدیث مبارکہ میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ان سب میں بنیادی طور پر جمع کا مفہوم پایا جاتا ہے۔اور قرآن کو قرآن کہنے کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ اس نے قصص، اوامر، نواہی، وعدہ، وعید، آیات و سور کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔[3]

قراءات کا اصطلاحی مفہوم:

متعدد علماء نے قراءات کی مختلف تعریفیں کی ہیں، چانچہ عربی زبان کے نابغہ روزگار قادر الکلام شاعر و نحوی ابو حیان اندلسیؒ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں؛

"ما یبحث فیہ عن کیفیالنطق بالفاظ القرآن ھذا ھوعلم قراءات "[4]

قراءات وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق سے بحث کی جاتی ہے۔

سب سے جامع ومانع تعریف شیخ شہاب الدین القسطلانیؒ نے کی ہے؛

"علم یعرف منہ اتفاق الناقلین لکتاب اللہ تعالیٰ و اختلافھم فی اللغۃ و الاعراب و الحذف و الاثبات و التحریک و الاسکان و الفصل والاتصال و غیر ذلک من ھیئۃ النطق و الابدال من حیث السماع"[5]

ایسا علم جس کے ذریعے لغت، اعراب، حذف، اثبات، تحریک، اسکان، فصل، وصل اور ادائیگی کلمات کی دیگر حالتوں میں کتاب اللہ کے ناقلین کے اتفاق اور اختلاف کا پتہ چلتا ہے۔یاد رہے اس اختلاف اور اتفاق کا تعلق نقل اور سماع سے ہے۔

قراءات کی اقسام:

ماہرین علوم القرآن نے مختلف اعتبار سے قراءات کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں تاہم بنیادی طور پر قراءات کی درج ذیل دو اقسام ہیں؛

ا۔قراءات متواترہ

۲۔قراءات شاذہ

قراءات متواترہ:

قراءات متواترہ وہ قراءات ہیں جن کو روایت کرنے والی ایک بڑی جماعت ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہو اور یہ تعداد شروع سے آخر تک تمام طبقات میں پائی جائے۔نیز ہر وہ قراءۃ جو لغت عرب کی کسی وجہ کے مطابق ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی کے رسم کے موافق ہو اور اسی قدر مشہور ہو کہ محققین فن قراءات کے نزدیک قبول عام کا درجہ حاصل کر لے۔

مذکورہ تمام شرائط قراءات عشرہ میں موجود ہیں، جنہیں صحابہ کرامؓ کے ایک جم غفیر نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہےاور ان سے تابعین اور تبع تابعین کی بے شمار تعداد نے بیان کیا۔چنانچہ قراءات عشرہ کے علاوہ جتنی بھی قراء تیں ہیں سب قراءات شاذہ ہیں۔

قرآت شاذہ کا تعارف:

کتب لغات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر لفظ شاذ یا شذود، انفرادیت، ندوت، اجنبیت اور کسی چیز کا عام قاعدہ قیاس ،اصول ، منابطہ اور استعمال کے خلاف استعمال ہونا جیسے معنی کے گرد گھومتا ہے۔چنانچہ لغت کی معروف کتاب لسان العرب میں ہے ؛

"شذّ يشُذّ شذوذا انفردعن الجمهور و ندر فهو شاذ"[6]

یعنی اس نے جمہور سے منفرد اور الگ رائے رکھی اور وہ الگ ہو گیا۔

یوں ہی شذان القوم ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو جماعت سے الگ ہو جائیں۔شذان الحصی ان کنکریوں کو کہا جاتا ہے جو ڈھیر سے الگ بکھری پڑی ہوں، شذان الابل وہ اونٹ جو ریوڑ سے الگ ہو جائیں۔

چنانچہ لفظ شاذ کے ان مذکورہ معانی کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ لغوی لحاظ سے قراءات شاذہ وہ ہوتی ہیں جو منفرد، نادر ، قلیل اور عام قراءات سے الگ اور عام قانون، ضابطہ اور اصول کے خلاف ہو۔

اصطلاحی مفہوم:

مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

اصطلاح میں قراءت شاذہ سے مراد وہ قراءت ہے جو قراءات عشرہ متواترہ کے علاوہ اور آئمہ قراءات کے ضوابط اصولیہ کے خلاف ہو۔

ابو عمرو عثمان ابن الصلاح کی تعریف: آپؒ نے قراءات شاذہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"القراءة الشاذة م انقل قرآنا من غير تواتر و استفاضة متلقاه بالقبول من الآئمه كما يشمل عليه المحتسب لا بن جنى وغيره"[7]

قراءۃ شاذہ وہ ہے جو بحیثیت قرآن منقول ہو لیکن تو وہ تواتر سے ثابت ہو اور ہی ہی آئمہ قراءات کے نزدیک اسے قبولیت عامہ کا مقام حاصل ہو ،اسی کی مثال وہ قراءات ہیں جو ابن جنی کی کتاب المحتسب اور دیگر کتب میں ہیں۔

امام جلال الدین السیوطیؒ کی تعریف: مجدد اسلام امام جلال الدین السیوطیؒ قرآءۃ شاذہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

"الشاذ هو مالم يصح سنده"

شاذ قراءۃ وہ ہے جس کی سند صحیح نہ ہو۔

الدکتور لبیب السعید کی تعریف: دور حاضر کے معروف محقق نے قراءت شاذہ کی یہ تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"القراءات الشواذ فى مصطلح علماء القرآن هيا التى تروى احادى،تخالف خط المصحف العثمانى الامام،ولا يمنع من وصفها بالشذوذ ان تكون صحيحة السند و موافقة للعربى"[8]

علماء قرآن کی اصطلاح میں شواذ قراءات وہ ہیں جو بسند آحاد مروی ہوں اور مصحف امام کے رسم کے مخالف ہوں اور کسی قراءۃ کا صحیح السند اور لغت عربی کے مطابق ہونا اس کے شاذ ہونے سے مانع نہیں ہے۔

الغرض ان عبارات کی رو سے یہ واضح ہوا کہ ہر وہ قراءۃ شاذ قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہو اور بطریق آحاد مروی ہوں قطع نظر اس کے کہ اس کی سند ضعیف ہے یا صحیح۔ قراءت شاذہ کی اصطلاحی تعریف پر منفرد، نادر، قلیل، مختلف، جدا اور خلاف ضابطہ اور خلاف اصول کا لفظ صحیح صادق آتا ہے۔ چنانچہ کسی قراءۃ شاذہ کو یا تو اسی لئے شاذہ کہا جاتا ہے کہ وہ طرق روایت و ثبوت کے اعتبار سے کم اور نادر الوقوع ہے، جبکہ اسی کے بالمقابل ہر قراءۃ متواترہ متعدد طرق سے وارد ہوتی ہے یا پھر بقول ابن جوزیؒ اسے اس لئے شاذہ کہتے ہیں کہ قراءات شاذہ رسم وغیرہ کے اعتبار سے قراءات متواترہ سے منفرد اور جدا ہیں۔ قراءت متواترہ مشہور ہے سبعہ احرف کے ذریعے، چنانچہ ذیل میں سبعہ احرف کا جائزہ اور حکمت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

قرآن کریم انسانیت کی رشد وہدایت کا وہ ابدی ذریعہ ہے جو آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیثیت تشریحیۃ کی بناء پر قرآنی علوم کی وضاحت و تبیین فرمائی اور طبقہ صحابہؓ کی صورت میں انسانیت کی اصلاح و تعلیم کے لیے بے مثل معلم چھوڑے۔ بعد میں آنے والے علماء کرام نے ان علوم کو مزید ترقی دی اور ان میں سے ہر ایک کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت دی۔

چنانچہ مختصراً ہم ان علوم میں سے ایک بحث جو سبعہ احرف کے نام سے مشہور ہے، پر کچھ روشنی ڈالیں گے اور دیکھیں گے کہ علمائے امت نے اس کو کس انداز میں لیا ہے اور کون لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے سراسر رحمت پر مبنی اس بحث کو اپنی گمراہی اور ضلالت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[9]

سبعۃ احرف سے متعلقہ روایات کا جائزہ:

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اخبرنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزيده فيزيدنى حتى انتهى الى سبع احرف"[10]

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل نے ایک قراءت پر قرآن پڑھایا میں نے ان سے تکرار کیا، میں ان سے زیادہ آسانی طلب کرتا رہا، اور مجھے زیادہ آسانی دیتے رہے حتی کہ سات قراءتوں تک پہنچے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن ہشام بن حکیم کو نماز میں سورۃ فرقان اس طریقے کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا جس پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔ جب ہشام نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کھینچتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات کو باری باری قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیا اور ہر ایک کی قرآت سننے کے بعد فرمایا:

"هكذا انزلت--- هكذا انزلت ان القرآن انزل على سبع احرف فاقرؤوا ما تيسر"[11]

اس طرح نازل ہوا۔۔۔اس روایت میں نازل ہوا۔ بے شک قرآن پاک سات قراءتوں میں نازل ہوا، جو تمہیں آسان لگے اُس میں قرآن کی تلاوت کرو۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت جبریل علیہ السلام سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سے فرمایا کہ میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں:

"منهم الغلام و الجارية والفانى قال مرهم فليقرؤوا القرآن على سبع احرف"[12]

قرآن پاک سات قراء توں میں نازل ہوا، جو تمہیں آسان لگے اُس میں قرآن کی تلاوت کرو۔

ان کے علاوہ نزول قرآن علی سبعۃ احرف کی روایات مزید اٹھارہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہیں۔

سبعۃ احرف کا مفہوم:

''انزل القرآن علی سبعۃ احرف'' میں سبعۃ احرف سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں علمائے امت کے مختلف اقوال ہیں جن کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ لیکن ان میں سے اکثریت ایسے اقوال کی ہے جو بدیہی طور پر ہی ناقابل قبول ہیں۔ 13 آئندہ سطور میں ہم ان اقوال میں سے مشہور ترین پانچ اقوال نقل کرتے ہیں۔

1۔ قول اوّل: سبعۃ احرف سے مراد سات قرائتیں ہیں:

عمومی طور پر عوام میں یہ قول مشہور ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ سبعۃ احرف سے مرات سات مشہور قرائتیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابن مجاہد نے اپنی کتاب میں ان سات قراءات کو جمع کر دیا تھا لیکن ان کا مقصود یہ ہر گز نہیں تھا کہ صرف یہ قرائتیں متواتر ہیں اور نہ ہی ان کے ذہن میں اس حدیث کی تشریح تھی کہ ''انزل القرآن علی سبعۃ احرف''۔ یہ قول بالکل غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ سختی سے اس کی تردید کی ہے۔[14]

2۔ قول ثانی: سات قرأتوں سے مراد کثرت تعداد:

سبعۃ احرف کی تعیین میں دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ حدیث میں جو ''سبعۃ'' کا لفظ آیا ہے اس سے مراد سات کا مخصوص عدد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ عرب کے محاورے میں عموما ایسا ہوتا ہے۔ خصوصا ''سبعین'' اور ''سبع مائۃ'' بول کر کثرت مراد لی جاتی ہے۔ محاورے کے اعتبار سے تو یہ بات درست معلوم ہوتی ہے مگر روایات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے اس جگہ کثرت مراد نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"حتى انتهى الى سبع احرف"

''الی'' حرف جار ہے اور یہ انتہائے غایت کے لیے آتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے:

"فنظرت الى ميكائيل فسكت فعلمت انه قد انتهت العدة" [15]

اس سے ثابت ہوا کہ یہاں سات سے کثرت مراد نہیں ہے۔ یہ قول قاضی عیاض کا ہے۔ 16۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک بھی یہی قول مختار ہے۔[17]

3۔ تیسرا قول: ''سبعۃ احرف سے مراد مترادف الفاظ کا اختلاف:

تیسرا قول اس بحث میں یہ ہے کہ سبعۃ احرف سے مراد ایسے الفاظ کا اختلاف ہے جن کے معانی باہم متقارب ہیں۔ مثلا اقبل، ھلم، تعال وغیرہ۔

اس قول کے قائلین میں سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن وھب اور امام طحاوی شامل ہیں۔ 18۔ ابن عبد البر کی رائے بھی

یہی ہے۔ ان حضرات کی دلیل ایک تو مسند احمد میں حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ان الفاظ سے مروی ہے:

"ان جبرائیل قال : یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ القرآن علی حرف قال میکائیل استزدہ حتی بلغ سبعۃ احرف قال: کل شاف کاف مالم تخلط ایۃ عذاب برحمۃ او رحمۃ بعذاب نحو قولک: تعال و اقبل و ھلم و اذھب و اسرع و اعجل"[19]

اسی مضمون کی روایت حضرت ابی سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں:

"لیس فیھا الا شاف کاف ان قلت سمیعا علیما عزیزا حکیما"[20]

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شخص کو ان مترادفات کے استعمال کی اجازت تھی بایں معنی کہ وہ اپنی طرف سے کسی کا معنی اور مترادف اس کی جگہ پڑھ لے بلکہ اس میں انہی مترادفات کا اعتبار تھا جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھے۔[21]

اس قول میں ابہام یہ کہ قرآن کریم کی جو قرأت متواترہ اجماع امت سے ثابت ہیں، اس قول کے مطابق ان قراءات کی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔ حافظ ابن عبد البر ان روایات کا معنی یہ کرتے ہیں کہ یہ الفاظ ان سبعۃ احرف کو سمجھانے اور ان کا مفہوم ذہن نشین کرنے کی خاطر لائے گئے ہیں۔ حقیقت میں یہ الفاظ مراد نہیں ہیں[22]۔

4۔ چوتھا قول: "سبعۃ احرف سے مراد لغات قبائل ہیں"

یہ قول سابقہ اقوال کی نسبت زیادہ معروف ہے اور بڑے بڑے اہل علم حضرات نے اس کو اختیار کیا ہے۔ ان میں ابن جریر طبری سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ ابو حاتم سجستانی، ابو عبید، ابن عطیہ اور بقول ابن عبد البر بہت سے اہل علم کا مسلک بھی یہی ہے۔ ابو حاتم سجستانی کی رائے میں سات قبائل درج ذیل ہیں:

"قریش، ہذیل، تیم الرباب، ازد، ربیعہ، ھوازن اور سعد بن بکر"[23]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: " نزل القرآن بلغۃ مضر۔ 24 اور ابن عبد البر نے بعض اہل علم سے نقل کرتے ہوئے مضر کے مندرجہ ذیل قبائل کی تحدید کی ہے:

"ہذیل، کنانہ، قیس، ضبہ، تیم ارباب، اسد بن خزیمہ اور قریش"[25]

تفسیر ثعالبی میں بھی سبعۃ احرف سے مراد قریش اور دیگر قبائل کی لغات لی گئی ہیں اور بطور دلیل روایات نقل کی ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ " فاطر" کا معنی نہ جانتے تھے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کو "او یاخذھم علی تخوف" میں 'تخوف' کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔[26]

ان لغات میں نزول قرآن کا مطلب ان حضرات کے نزدیک یہ نہیں تھا کہ ہر کلمہ کو متعلقہ قبیلے کی لغت میں نازل کیا گیا ی اس لغت پر پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی بلکہ اس سے مراد صرف یہ تھا کہ قرآن مجید میں مختلف قبائل کی لغات کے الفاظ آئے ہیں۔ ابو عبید کہتے ہیں:

"لیس المراد ان کل کلمۃ تقرأ علی سبع لغات بل اللغات السبع متفرقۃ فیہ"[27]

منصور بن یونس بھوتی کا مسلک بھی یہی ہے: "وبکل لغت العرب لکن اکثرہ بلغ اھل الحجاز"[28]

لیکن اس قول پر ایک اعتراض تو وہی ہے کہ اس کو ماننے کی صورت میں قراءات کے اختلافات جو متواتر کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں، ان کی وضاحت نہیں ہوتی اور ان کا صحیح درجہ متعین نہیں ہوتا۔ دوسرا اعتراض اس پر یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام، جن کے درمیان اختلاف کا واقعہ پیش آیا، دونوں قریش تھے اور یہ بات حکمت نبوی سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ ایک قبیلے ک شخص کو دوسرے قبیلے کی لغت میں پڑھایا ہو۔ کیونکہ سبعۃ احرف کے نزول کا مقصد بھی یسر اور کشادگی پیدا کرنا تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، "ان امتی لا تطیق ذلک" اور یہ آسانی تبھی ہو سکتی تھی کہ ہر قبیلے کے افراد کو ان کی زبان میں ہی پڑھایا جاتا جیسا کہ ان حضرات کا مؤقف ہے، مگر ایک ہی قبیلے کے دو افراد کو یا ان میں سے کم از کم کسی ایک کو کسی دوسرے قبیلے کی لغت میں پڑھانے سے تو یہ یسر ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے جیسا کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے:

" باب نزل القرآن بلسان قريش "

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید صرف قبیلہ قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے کیونکہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ اور آپ کی قوم ہے۔[29] ابن جوزی کی رائے بھی یہی ہے۔[30]

لیکن یہاں ایک بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں قبیلہ قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کی لغات بھی موجود ہیں۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے الاتقان میں اس پر باقاعدہ ایک باب باندھا ہے-"فيما وقع بغير لغ الحجاز" اور اس باب میں بہت سی مثالیں دی ہیں کہ قرآنی الفاظ قریش حتی کہ اہل حجاز کے علاوہ دوسرے قبائل کی لغت سے بھی لئے گئے ہیں مگر سبعۃ احرف والی حدیث کی تشریح میں اس نظریے کو پیش کرنے سے بات نہیں بنتی اور مذکورہ بالا الجھنیں خصوصا قراءات کا ثبوت اور حضرت عمر اور ہشام رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی 31۔

5۔ قول خامس: ''سبعہ احرف سے مراد قراءت کی سات نوعیتیں''

اس بحث میں پانچویں رائے یہ ہے کہ حدیث میں سبعۃ احرف سے مراد قرآنی الفاظ کی ادائیگی میں اختلاف کی سات نوعیتیں ہیں۔ ان نوعیتوں کی تعیین میں پھر اختلاف ہے۔ ابن قتیبہ کی رائے میں یہ وجوہ حسب ذیل ہیں:

ایسا اختلاف جس سے حرکت بدل جائے لیکن معنی نہ بدلے مثلا ولا یضار کاتب ولا شہید میں یضار کی راء کو فتحہ اور ضمہ دونوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔

افعال آپس میں مختلف ہوں۔ ربنا باعد بین اسفارنا میں بعد اور باعد امر، دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

"نقاط کا اختلاف- ننشرها اور ننشزها"

حرف اپنے قریب المخرج حرف سے بدل جائے، طلح اور طلع۔

تقدیم وتاخیر کا اختلاف، وجاءت سکرۃ الموت بالحق اور وجاءت سکرۃ الحق بالموت۔

ایسا اختلاف جس کی بناء پر کوئی لفظ کم یا زیادہ ہو جائے۔ وما خلق الذکر والانثی کو 'ما خلق' کے بغیر 'والذکر والانثی' پڑھنا۔

ایک لفظ دوسرے لفظ سے بدل جائے۔ کالعھن المنفوش' کی بجائے "كالصوف المنفوش" پڑھنا۔[32]

ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی نے بھی سبعۃ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی نوعیتیں لی ہیں مگر وہ ان کو سات وجوہ میں

منحصر نہ کر سکے حتیٰ کہ ان کو پھیلاتے ہوئے وہ انیس تک لے گئے۔ مثلاً:

تغییر اللفظ، اثبات و حذف۔ تبدیل الادوات، توحید و جمع، تذکیر و تانیث، استفہام و خبر، اختلاف اللغات اور تصرف فی اللغات وغیرہ۔ 33 لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان تمام وجوہ کو سات میں منحصر کرنا عین ممکن ہے۔ جیسا کہ دوسرے حضرات نے کیا ہے۔

ابن جذری نے بھی ن حروف سبعۃ کی تشریح سات وجوہ اختلاف سے کی ہے۔ 34 لیکن ان تمام سے جامع و مانع وہ استقراء ہے جس کو ابو الفضل الرازی نے اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سات وجوہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اسماء کا اختلاف: جس میں مفرد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث وغیرہ کا اختلاف شامل ہے۔

۲۔ تصریف کا اختلاف: اس میں ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف داخل ہے۔

۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف: کسی حرف کو مفتوح یا مضموم یا ساکن پڑھنا وغیرہ۔

۴۔ کمی یا زیادتی کا اختلاف۔

۵۔ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔

۶۔ ابدال: یعنی ایک حرف یا لفظ دوسرے حرف یا لفظ سے بدل جائے۔

۷۔ ادائیگی کا اختلاف: جس میں مد، قصر، تفخیم، ترقیق، ادغام، اظہار، امالہ اور اشباع وغیرہ کے اختلافات شامل ہیں۔ 35

یہ قول کہ سبعۃ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات وجوہ ہیں اور ان کی تعیین میں امام رازی کا قول، میرے خیال میں سب سے راجح، مضبوط اور روشن قول ہے۔ ابن جریر طبری، جس کو دوسرے بہت سے علماء نے بھی اختیار کیا ہے کہ سبعۃ احرف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں۔ اس قول کے تحت داخل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں جو 'ابدال' کا اختلاف ہے اس کے تحت یہی تفصیل ہے کہ الفاظ بدل جائیں۔ مثلاً 'العھن' کی جگہ 'الصوف' پڑھنا اور یہ 'ابدال' عام ہے کہ قبائل عرب میں سے قریش یا کسی دوسرے کی لغت سے ہو۔

نیز یہ کہ اس قول کو اختیار کرنے کی صورت میں تمام متواتر قراءات اس پر صحیح صحیح منطبق ہو جاتی ہیں اور سبعۃ احرف والی روایات کے علاوہ کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن میں اس کے علاوہ بھی کوئی اختلاف تھا۔ جن صحابہ رضی اللہ عنھم کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ ان کے اور دوسرے صحابہ کے درمیان پڑھنے میں اختلاف ہوا ان میں ''اقرأنی رسول اللہ'' کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اختلاد پڑھنے اور ادائیگی میں تھا۔ طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ ابن مسعود، زید بن ثابت اور ابی بن کعب نے قرآن پڑھایا لیکن ان سب کی قراءات ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پاس ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے، انہوں نے فرمایا: ''لیقراء کل انسان منکم کما علم فانہ حسن جمیل''[36]

اگرچہ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان وجوہ میں سے بعض کا تعلق کتابت سے ہے اور عرب اس دور میں بہت کم لکھنا جانتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی وجہ ایسی نہیں جو تلفظ اور ادائیگی میں نہ آتی ہو۔ اور عرب الفاظ،

مخارج اور لہجوں کی ادائیگی میں کامل مہارت رکھتے تھے اور یہ مہارت بھی کوئی اکتسابی نہیں تھی کہ جس میں کمی یا نقص کا اندیشہ ہو، بلکہ خالصتا فطری اور خداداد تھی۔ دوسری بات یہ کہ تمام کا تمام قرآن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھوایا ہے اس لیے اس کے نقوش کی نسبت بھی عہد نبوی کی طرف ہوتی ہے۔

سبعۃ احرف پر نزول قرآن کی حکمتیں:

سب سے واضح اور اصل حکمت تو وہی ہے جو روایات میں بیان ہوئی ہے کہ اس امت پر آسانی کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو قرآن کو سبعۃ احرف پر پڑھنے کی اجازت دی گئی۔ عرب کے قبائل کو ایک تو تسھیلا مختلف حروف پڑھنے کی اجازت دی گئی کیونکہ ان کی لغات میں اعراب اور لہجات کا اختلاف تھااور دوسرے اس بناپر کہ ان میں لسانی حمیت اپنے عروج پر تھی۔اس لیے سبعۃ احرف میں تمام قبائل کی رعایت رکھی گئی۔

عرب قبائل بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے اس لیے ایک ایسی زبان کی ضرورت تھی جو ان سب کی وحدت کا سبب بن سکے اور اس زبان کی عمومیت کی پیش نظر قرآن کو سبعۃ احرف پر نازل کیا گیا تاکہ قرآنی زبان تمام عرب کے اتحاد کا سبب بن جائے۔ سبعۃ احرف کے اختلاف کی بناپر بعض احکام کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلا سورۃ نساء میں آیت کلالہ میں" ولہ اخ واخت" کے بعد سعد بن ابی وقاص کی قرأت میں 'من ام" بھی ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس جگہ اخیافی بہن بھائی مراد ہیں۔ بعض مختلف احکام کے درمیان جمع ممکن ہو جاتی ہے مثلا حکم ہے" ولا تقربوھن حتی یطھرن"۔اس میں 'یطھرن' کو تخفیف اور تشدید دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ تخفیف کی صورت میں حکم ہو گا کہ جب انقطاع دم ہو جائے تو مجامعت کی اجازت ہے۔ جبکہ اگر اس آیت میں یطھرن کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو 'التشدید یفید المبالغۃ'۔ اس صورت میں اغتسال لازم ہے، قبل اس کے کہ مجامعت کی جائے، وھذا مذھب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔الدلالۃ علی حکمین شرعیین فی حالتین مختلفتین: مثلا " وارجلکم " کو لام کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ فتحہ والی قرأت کا مطلب ہے کہ پاؤں دھویا جائے گا اور کسرہ والی قرأت کا مطلب ہے کہ پاؤں پر مسح کیا جائے گا جب کہ موزے پہنے ہوں۔ متکلم کی عدم مراد جاتو ہم دور ہو جاتا ہے۔ مثلا " فاسعوا الی ذکر اللہ" سے بظاہر دوڑنا سمجھ میں آتا ہے مگر دوسرے قرأت میں " فامضوا" سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آنا مراد ہے، بھاگنا مراد نہیں ہے۔ بعض غلط عقائد رکھنے والے فرقوں کا رد ہو جاتا ہے۔ مثلا " واذارأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا" میں 'ملکا' میم کے زبر اور لام کے زیر اور کے ساتھ اور 'ملکا' میم کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلی قرأت کی صورت میں اس سے مراد رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات ہے وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ۔ قراءات کا تنوع آیات کے تعدد کے قائم مقام ہے اور یہ بلاغت کی اعلی قسم ہے اور قرآنی اعجاز کا اکمال ہے۔

تعدد قراءات تعدد معجزات پر دلالت کرتی ہے۔ تمام قراءات میں قرآن کریم معجزہ ہی رہتا ہے۔ 37

حضرت ابن عباس کا فرمان ہے:

"لو لا ان اللہ یسرۃ علی لسان الادمیین ما استطاع احد من الخلق ان یتکلم بکلام اللہ عزوجل و من تیسیرہ قولی علیہ السلام: ان ھذا القرآن انزل علی سبع احرف"[38]

خلاصہ:

تفسیر کی اہمیت کی طرح علم قراءت کی افادیت مسلمہ ہے۔ قراءت کے درست نہ ہونے کی صورت میں مفاہیم میں فرق ہو جاتا ہے۔ امت کی آسانی کی غرض سے متعدد قراءتوں میں کلام پاک کو پڑھنے کی اجازت من جانب اللہ عطا کی گئی۔ مختلف قراءتوں کی وجہ سے معنی و مفہوم میں فرق واضح نہیں ہوتا اور احکام کے استنباط میں ان سے مدد نہیں لی جاسکتی۔ یہ افکار کے باطلہ کے رد میں معین و مدگار ثابت ہوتی ہیں۔ اعجاز قرآنی کی علامت اور بلاغت کی اعلیٰ قسم ہے کہ ایک ہی آیت کو پڑھنے کے طریقے مختلف ہیں، مگر سلاست اور مفہوم میں فرق نہیں آتا۔ یہ قرآنی مفاہیم کو سمجھنے میں معین و مددگار ثابت ہوتی ہے، بعض مرتبہ کسی آیت کے مفہوم میں اختلاط واقع ہوتا ہے، تو یہ جانب راجح کی وضاحت کر دیتی ہیں۔ مشہور و متواتر قراءت کا ثبوت سند کے ذریعے آپ ﷺ سے ثابت ہے اور تعامل امہ بھی۔ یعنی یہ نص قطعی کے ذریعے ثابت ہیں، جب کہ قراءت شاذہ کا ثبوت نص قطعی کے ذریعے بھی نہیں اور تعامل امہ بھی نہیں ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔آل عمران: 164

[2] ۔ابراہیم مصطفیٰ، المعجم الوسیط، دارالدعوۃ، القاہرۃ، ن م، 122/1

[3] ۔ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1997ء، 128/1

[4] ۔ابوحیان اندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط فی التفسیر، دارالفکر، بیروت، 1420ھ، 14/1

[5] ۔القسطلانی، احمد بن محمد، لطائف الاشادات لفنون قراءات، مجمع الملک فھد، السعودیہ، 2007ء 170/1

[6] ۔ابن منظور افریقی، لسان العرب، ، 494/4

[7] ۔الزرکشی، محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، داراحیاء الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء، 481/1

[8] ۔لبیب السعید، الدکتور، الجمع الصوتی الاول للقرآن، دارالکائب العربی، القاہرۃ، ن م، ص: 221

[9] ۔سورۃ البقرۃ: 26

[10] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۰۷ھ، رقم الحدیث: 819

[11] ۔القشیری، مسلم بن حجاج، المسند الصحیح، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ن م، رقم الحدیث: 2287

[12] ۔ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان التمیمی، الصحیح، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، رقم الحدیث: 739

[13] ۔ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: 138

[14] ۔الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص: 166

[15] ۔الزرقانی، محمد بن عبدالباقی،، شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک، دارالفکر، بیروت، ن م، 16/2

[16] ۔نووی، محی الدین یحیٰ بن شرف، شرح النووی لمسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء، 99/6

[17] ۔ تقی عثمانی، مفتی، علوم القرآن، معارف القرآن، کراچی، 2007ء، ص: ۹۹

[18] ۔قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دارالشعب قاہرۃ، 42/1

[19] ۔ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل،، مسند الامام احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2001ء، رقم الحدیث: ۲۰۵۳۳

[20] ۔ابوداؤد السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن، داراحیاء التراث، بیروت، ن م، رقم الحدیث: 1477

[21] ۔ عظیم آبادی، محمد اشرف، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 246/4

[22] Farah, Lubna, Muhammad Khurram Shahzad, and Saad Jaffar. "Ibdāl during pronunciation of letters (Imām Abū al-Baqā ʿal-ʾUkbarī's book Al-Tibyān Fī Iʿrāb Al-Qurʾan) in the light of modern linguistics: ابدال دورانِ تلفظِ حروف (امام ابوالبقاء العکبری کی کتاب التبیان فی إعراب القرآن) جدید لسانیات کی روشنی میں." *Al-Duhaa* 4, no. 02 (2023): 181-192.

[23] ۔ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، فاتح الباری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 27/9

24 ۔آلوسی، ابوالفضل محمود آفندی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1998ء، 185/13

25 ۔ابن حجر، فتح الباری، 25/9

26 ۔ثعالبی، عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف، تفسیر ثعالبی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ن م، 16-15/1

27 ۔ابن حجر، فتح الباری،، 25/9

28 ۔المالکی، ابراہیم بن موسی الغرناطی، الموافقات، دارالمعرفۃ، بیروت، 2003ء، 85/2

29 ۔ طحاوی، احمد بن محمد، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1994ء، 186/4

30 ۔ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی، زاد المسیر علم التفسیر، دارالکتاب العربی، بیروت، 1422ھ، 345/4

[31] Jaffar, Saad. "تصور حجیت قرآت ایک اجمالی جائزہ: The Concept of authority of Qira'at: An Overview." *International Research Journal of Religious Studies* 1, no. 1 (2021): 21-38

32 ۔ابن حجر، فتح الباری، 28/9

33 ۔الدانی، ابوعمرو عثمان بن سعید، الاحرف السبعۃ للقرآن، مکتبہ المنارۃ، مکۃ المکرمۃ، 2003ء، ص: 36-40

34 ۔السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، دارالحدیث، القاہرۃ، 1997ء، 93/1

35 ۔ابن حجر، فتح الباری، 29/9

36 ۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، ن م، رقم الحدیث: 5078

37 ۔الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، دارالکتب العربی، القاہرۃ، 2001ء،، 130-132/1

38 ۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 199ء، 265/4